سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۱۲۷

محبتِ الٰہیہ کے ثمرات

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۱۲۷

محبتِ الٰہیہ کے ثمرات

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخُ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السُنّہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : محبتِ الٰہیہ کے ثمرات

واعظ : عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ : ۳۰ ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۹۸۶ء

مقام : مسجد اشرف، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، قبل از نماز جمعہ

ترتیب و تصحیح : جناب سید عمران فیصل صاحب (خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

تاریخ اشاعت : ۲۱ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۱ فروری ۲۰۱۵ء

زیرِاہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182رابطہ:+92.21.34972080 اور+92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کو ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہوکر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

محبتِ الٰہیہ کے ثمرات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ[1]

دین کی بات کا دل پر اثر نہ ہونا ایمانی کمزوری کی علامت ہے

الحمد للہ یہ اجتماع ہر ہفتے منعقد ہو رہا ہے، اس کے مقاصد میں جو سب سے بڑا مقصد ہے اس وقت وہی بیان کرتا ہوں جس کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی آپ ایمان والوں کو نصیحت فرمایئے کیوں کہ نصیحت مومنین کو نفع دیتی ہے۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الیواقیت والجواہر میں لکھا ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ مجھ پر کسی اللہ والے، کسی عالم، کسی بزرگ کی نصیحت اثر نہیں کرتی تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان کی خیر منائے یعنی خدا سے ایمان مانگے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ یہ فرمارہے ہیں کہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے۔ جبکہ یہ شخص کہتا ہے کہ مجھ پر کسی کی نصیحت کا اثر نہیں ہوتا اور نہ میں کسی کی نصیحت قبول کرسکتا ہوں، میں نے اپنے دل کو بہت مضبوط بنالیا ہے۔ یہ بہت خطرناک بات ہے، ایسے شخص کو اللہ سے ڈرنا چاہیے اور اللہ سے ایمان کی سلامتی مانگنی چاہیے۔

---

[1] الذّٰریٰت: ۵۵

دینی مجالس کے فوائد

چوں کہ نصیحت کرنے والا بھی مومن ہوتا ہے اور نصیحت سننے والے بھی مومن ہوتا ہے تو تَنۡفَعُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ میں دونوں کو نفع پہنچتا ہے، جو نصیحت کرتا ہے اس کا ایمان بھی چمک جاتا ہے اور جو نصیحت سنتے ہیں ان کا ایمان بھی چمک جاتا ہے بشرطیکہ دونوں میں خلوص ہو، جو سنا رہا ہو وہ اللہ کے لیے سنا رہا ہو، اور جو سن رہے ہوں وہ اللہ کے لیے سن رہے ہوں یعنی ان کا دل بھی وہاں موجود ہو اور جسم بھی موجود ہو، ایسا نہ ہو کہ جسم تو یہاں ہو اور دل غائب ہو یا اللہ کے لیے سننے نہیں آیا ہے، جب دونوں طرف سے خلوص ہو گا تو ان شاء اللہ! ضرور نفع ہو گا۔ اس کا مشاہدہ بھی کیا جاتا ہے جیسے مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جو مجلس دارالعلوم میں ہوتی تھی، کراچی سے بیسیوں میل دور کورنگی میں لوگ ان کی مجلس میں جاتے تھے، اور اس خلوص کی برکت سے کیسے کیسے لوگ بن گئے۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ناظم آباد میں مجلس ہوتی تھی، دین کی باتیں سنائی جاتی تھیں، کیسے کیسے لوگ اللہ والے بن گئے۔ حضرت ڈاکٹر عبدالحیّ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی مجلس ہوتی تھی، وہاں پر بڑے بڑے ڈپٹی سیکریٹری، بڑے بڑے انگریزی داں، بڑے بڑے علماء صاحبِ نسبت ہو گئے، اللہ والے ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ یہ جو مجلسیں ہیں یہ بڑی نعمت ہیں اور ان مجلسوں میں اللہ کے لیے جو آتا ہے محروم نہیں جاتا، اسے ضرور کچھ نہ کچھ مل جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دینی مربی سے مناسبت کی ضرورت

اللہ تعالیٰ کے لیے جو کسی دینی مجلس میں دین کی باتیں سننے کے لیے جاتا ہے تو وہ اللہ کی محبت کے لیے جاتا ہے، اور آدمی اسی کی بات سنتا ہے جس سے اسے محبت بھی ہوتی ہے۔ چاہے دین کا کتنا ہی بڑا علم بردار، واعظ و مقرر ہو لیکن اگر کسی سے اس کو انقباض ہو، اس کا دل نہیں ملتا ہو، مناسبت نہ ہو تو وہ اس کے پاس نہیں جائے گا اور اگر جائے گا تو بے چینی کے عالم میں بیٹھا رہے گا، بار بار پہلو بدلے گا اور کہے گا کب چھٹی ملے اور بھاگوں۔ کوئی کسی کو زبردستی پکڑ کر نہیں لے جاسکتا کہ ہم ایک جگہ جاتے ہیں تم بھی چلو، اگر اس کا دل نہیں ملتا، اس کو

مناسبت نہیں ہے، محبت نہیں ہے تو مجبوراً بیٹھا رہے گا جیسے قید خانے میں، اور اس کو نفع بھی نہیں ہو گا۔ جب انسان اللہ ہی کے لیے جاتا ہے اور اس کو مناسبت اور محبت ہوتی ہے تو اسے نفع ہوتا ہے۔ مناسبت کے بارے میں ایک بہت آسان مثال اللہ پاک نے میرے قلب میں ڈالی ہے جسے سن کر بڑے بڑے علماء اور ڈاکٹر عش عش کر اُٹھے۔

دنیاوی رسومات عقل کے بھی خلاف ہیں

میں نے کہا بھائی بات یہ ہے کہ آپ کو ایک بوتل خون چاہیے۔ اب اس ایک بوتل خون پر ایک مسئلہ یاد آگیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب کسی کے مرنے کے فوراً بعد ایصالِ ثواب نہ کرو بلکہ تیسرے دن ثواب بخشو، تیسرے دن خاندان والوں کو جمع کرو اور قرآن شریف پڑھ کر بخش دو، اس کا نام تیجہ رکھا ہے۔ یہ تیجہ چالیسواں وغیرہ سب رسومات ہیں، ان کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

مغل خاندان کے بادشاہوں کے حملوں میں جو ہندو لڑکیاں سپاہیوں کے ہاتھ آئیں، اور انہوں نے ان سے نکاح کیے تو یہ تیجہ چالیسویں کی رسومات بھی ان کے ساتھ مسلمانوں میں آگئیں، ان کے یہاں یہ سب کچھ ہوتا تھا، یہ رسومات دوسروں سے مسلمانوں میں آئیں، شروع شروع میں مسلمانوں نے سوچا کہ یہ نئے نئے مسلمان ہیں ابھی انہیں یہ رسومات کرنے دو بعد میں مٹادیں گے لیکن جو رسم چل پڑی سو چل پڑی، بس پھر دیکھا دیکھی کام ہوتا رہا۔

تیجہ کی رسم پر ایک صاحب نے عجیب بات کہی کہ ایک شخص کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اور اس کو خون کی ضرورت ہے، ڈاکٹر کہتا ہے کہ اس کو ایک بوتل خون چڑھانا ہے، اب خاندان والے کہتے ہیں کہ نہیں صاحب ہم تو تیسرے دن خون چڑھاتے ہیں۔ ہمارے یہاں رسم ہے کہ ایکسیڈنٹ ہو یا کوئی مرے، ہم تین دن سے پہلے کچھ نہیں کرتے، چاہے اس کو کتنا ہی عذاب ہو، چاہے اس کو ثواب کی کتنی ہی ضرورت ہو، مگر ہم مردے کو تین دن سے پہلے کچھ نہیں بخشیں گے کیوں کہ خاندان کی رسم ٹوٹ جائے گی، اگر مردہ عذاب میں ہے تو اپنے عمل سے ہم کیا کریں، ہم تو اپنی رسم کے مطابق برادری والوں کو تیسرے دن بلائیں گے، تیجہ کریں گے پھر پڑھ کر بخشیں گے۔

توان صاحب نے کہا کہ اگر ڈاکٹروں کا بورڈ بیٹھا کہ بھائی فوراً خون کی بوتل لاؤ ورنہ یہ ابھی مر جائے گا تو کیا اس وقت خاندان والے یہ کہیں گے کہ ہم تو مرنے کے بعد تیسرے دن ثواب پہنچاتے ہیں لہٰذا ہم تیسرے دن خون کی بوتل لائیں گے؟ کوئی کرتا ہے ایسا؟ مرنے کے بعد تو فوراً منکر نکیر کے سوال جواب کا معاملہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رسم عقل کے بھی خلاف ہے۔

محبت فی اللہ کا انعام

تو میں عرض کر رہا تھا کہ میرے قلب میں اللہ نے یہ بات ڈالی ہے کہ جس دینی مربی سے جس کا دل ملتا ہے اسی سے اس کو نفع ہوتا ہے۔ اگر دل میں کسی استاد کی نفرت ہے، اس سے انقباض ہے تو شاگرد کو اس استاد سے کبھی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ کسی شیخ سے ساری دنیا مرید ہو رہی ہے لیکن آپ کا دل نہیں ملتا تو آپ کو اس سے نفع نہیں ہو گا۔ ملاقات ہونے سے ضروری نہیں کہ دل بھی مل گیا۔ شاعر کہتا ہے کہ ؎

آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

جب تک دل سے دل نہیں ملے گا فائدہ نہیں ہو گا۔ اور یہ بات حدیث سے ثابت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیثِ قدسی بیان فرماتے ہیں اور حدیثِ قدسی وہ ہوتی ہے جو نبی کی زبان سے نکلے اور نبی یہ کہے کہ یہ اللہ نے فرمایا ہے، اس کا نام حدیثِ قدسی ہے، جس کو ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيْثُ الْقُدْسِيُّ هُوَ الْكَلَامُ الَّذِىْ يُبَيِّنُهُ النَّبِيُّ بِلَفْظِهٖ وَيُنْسِبُهٗ اِلٰى رَبِّهٖ[۲]

حدیثِ قدسی وہ کلامِ نبوت ہے جو نبی کی زبان سے نکلے مگر نبی کہہ دے کہ یہ اللہ نے فرمایا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

۲؎ مرقاۃ المفاتیح: ۲۳۰/۱، کتاب الایمان، دار الکتب العلمیۃ

وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ[۳]

”جو لوگ میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور میری وجہ سے آپس میں بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں میری محبت ان کے لیے واجب ہو جاتی ہے۔“ (مشکوٰۃ، ص:۴۲۶)

اور محبت کہاں ہوتی ہے؟ کان میں یا ناک میں نہیں ہوتی ہے، دل میں ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ دل ملا کر بیٹھتے ہیں۔ اس لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مُحِبِّیْنَ کو مقدم فرمایا، مُتَجَالِسِیْنَ کو بعد میں بیان فرمایا۔ آپ مجلس میں بیٹھے ہیں یہ ثانوی درجہ ہے، جو اللہ کے لیے آپس میں بیٹھتے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی محبت عطا کرے گا، مگر اس کا درجہ کم ہے، یہ دوسرے درجے میں ہے۔ اوّل درجہ ان کا ہے جن کے لیے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو آپس میں میرے لیے محبت کرتے ہیں ان کو ہم اپنی محبت دینا واجب کر دیتے ہیں۔ معلوم ہوا جس کے پاس آپ جاتے ہیں دل میں اس کی محبت بھی ہوتی ہے۔ خدا کی محبت تو ہے ہی لیکن جب خدا کی محبت سکھانے والے کی محبت ہوتی ہے تب ہی تو کوئی کورنگی سے آرہا ہے، کوئی اورنگی سے آرہا ہے، بیسیوں میل دور دور سے لوگ آرہے ہیں، اسی محبت کی وجہ سے کہاں کہاں سے لوگ آتے ہیں، یہ مجمع یہاں قریب میں نہیں رہتا ہے۔ محبت وہ چیز ہے دوستو کہ لوگ ہزاروں ہزاروں میل دور سے پہنچتے ہیں۔

دیوبند سے گنگوہ تقریباً بیس میل دور ہے، شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہر ہفتے بیس میل پیدل جاتے تھے اور بیس میل واپس آتے تھے، چالیس میل کا سفر کرتے تھے۔ اس زمانے میں ویگن، بسیں وغیرہ جیسی سواریاں نہیں تھیں۔ ایک دفعہ ایک ہندو نے کہا کہ مولوی جی کہاں جارہے ہو؟ کہا گنگوہ جارہا ہوں۔ پوچھا گنگوہ کیوں جاتے ہو؟ حضرت نے فرمایا کہ ظالم تو کیا جانے کہ اللہ والوں کے پاس کیا ملتا ہے؟

[۳] کنز العمال: ۸/۹ (۲۴۶۰۷)، باب فی ترغیب الصحبۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

چل میرے ساتھ پھر دیکھ مولانا گنگوہی کے پاس کیا ملتا ہے۔ دل کی محبت سب سے مقدم ہے۔ محبت کے سبب جو مجلس میں بیٹھتا ہے اسی کو نفع ہوتا ہے۔ اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں پہلا جملہ ہے کہ اللہ والوں کے پاس محبت سے بیٹھو، اور محبت دل سے ہوتی ہے، دل ملا کر بیٹھو، دل لگا کر بات سنو۔

سنو یہ بات میری گوشِ دل سے جو میں کہتا ہوں
میں ان پہ مرمٹا تب گلشن دل میں بہار آئی

دل میں اللہ کے قرب کی بہار جب ملتی ہے جب اپنے کو خدا پر ہر طریقے سے فدا کر دو۔ جان بھی، مال بھی، دل بھی اور سب خواہشات اللہ پر فدا کر دو۔

دینی مربی سے روحانی مناسبت کی مثال

اسی لیے میں یہ کہتا ہوں کہ مناسبت بہت ضروری چیز ہے۔ اس کی مثال میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ ڈالی کہ ایک شخص کو خون چاہیے، اور فرض کر لو کہ وہاں محمد علی کلے اور بھولو پہلوان آگئے۔ بھولو پہلوان نے کہا کہ اس مریض کو میرا خون چڑھا دو، ڈاکٹر نے پوچھا کہ کیوں؟ کہنے لگا کہ ہم بڑے تگڑے ہیں اور بین الاقوامی پہلوانی کی شہرت کے حامل ہیں۔ اور محمد علی کلے نے کہا کہ میں انٹرنیشنل باکسر ہوں، کیا آپ مجھے نہیں جانتے ہیں؟ ڈاکٹر کہتا ہے کہ صاحب آپ کی باڈی چاہے کیسی ہی ہو اور خون کتنا ہی اچھا ہو، میں تو پہلے اس مریض کے اور آپ کے خون کا گروپ ملاؤں گا۔ تو ڈاکٹر نے دونوں کا گروپ نامنظور کر دیا۔ اتنے میں ایک صاحب کمزور سے، لنگڑاتے ہوئے جارہے تھے۔ ڈاکٹر نے کہا کہ ارے میاں یہاں آؤ، کیا آپ اس مریض کو ایک بوتل خون دیں گے؟ اس نے کہا کہ ہاں اگر ضرورت ہے تو دے دوں گا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ اچھا میں آپ کے خون کا گروپ ملا لوں، جب گروپ ملایا تو اس کا گروپ مل گیا۔ اب مریض کو اس کمزور کا خون چڑھا دیا اور وہ اچھا ہو گیا۔ اسی طرح دل جس دینی مربی سے ملتا ہے فائدہ اسی سے ہوتا ہے۔ مناسبت اور محبت ہو پھر کام بنتا ہے۔

بعثتِ نبوی کے مقاصد

تو میں دینی مجالس کے فوائد عرض کر رہا تھا کہ اللہ کے لیے جو یہ ہفتہ واری اجتماع ہوتا ہے یہ طریقہ بہت پرانا چلا آرہا ہے، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی سنت چلی آرہی ہے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہوتی تھی اور آپ تزکیۂ نفس فرماتے تھے۔ آپ نے تین شعبے قائم کیے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نبی کے بھیجنے کے تین مقاصد قرآنِ پاک میں بیان فرمائے ہیں کہ میں اپنے نبی کو تین کام کے لیے بھیج رہا ہوں۔

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۲۹﴾[۴]

نمبر ایک يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وہ قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہیں، قرآنِ پاک کی تعلیم کرتے ہیں، تلاوتِ قرآنِ پاک سکھاتے ہیں۔ اسی لیے آج تلاوتِ قرآن کے مدرسے قائم ہو رہے ہیں۔ نمبر دو وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ کتاب اللہ کی تعلیم دیتے ہیں یعنی قرآنِ پاک کے معنٰی و مطالب و تفاسیر اور اس کے علوم سکھاتے ہیں۔ اس کے لیے آج دارالعلوم قائم ہوگئے جہاں قرآن و حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔ نبی کی مجلس کے تین مقاصد میں سے دو مقاصد تو دنیا میں جگہ جگہ پھیل گئے ہیں۔

تیسرے مقصد کا نام ہے وَيُزَكِّيۡهِمۡ اللہ پاک فرماتے ہیں اے دنیا والو! میرا نبی خالی تلاوتِ قرآن اور تعلیم کے مدرسے قائم نہیں کر رہا ہے، يُزَكِّيۡهِمۡ کا مدرسہ بھی قائم کر رہا ہے، تمہارے دل کا تزکیہ کرے گا، نفس کی اصلاح کرے گا۔ کیوں کہ عطر کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو اگر شیشی گندگی اور نجاست سے آلودہ ہو تو عطر کی خوشبو کی مٹی پلید کر دے گی۔ اسی طرح اگر دل میں حبِّ جاہ، حبِّ دنیا، غرور، غصہ اور طرح طرح کی خباثتیں بھری ہوں جب تک دل سے ان کی صفائی نہیں ہوگی ایمان کی خوشبو نہیں پھیلے گی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تزکیۂ نفس بھی ضروری ہے کیوں کہ جس برتن میں قیمتی چیز رکھی جاتی ہے وہ برتن بھی قیمتی ہوتا ہے، اس کی صفائی بھی ضروری ہے۔

---

[۴] البقرۃ:۱۲۹

شعبۂ تزکیۂ نفس کیا ہے؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ تزکیۂ نفس کا شعبہ کہاں ہے؟ جامعہ اشرفیہ لاہور میں صیانۃ المسلمین کا سالانہ اجتماع ہوا۔ حضرت ڈاکٹر عبد الحیّ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد مجلس سے خطاب فرمایا کرتے تھے۔ اس مرتبہ حضرت نے عذر فرمادیا، لوگوں کی نظر از راہ حسن ظن اس ناکارہ پر پڑی اور سب نے کہا کہ آج تمہارا بیان ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور بزرگوں کی دعاؤں کی برکتوں سے دعا کر کے بیٹھ گیا، وہاں میں نے یہی مضمون عرض کیا۔ اس مجلس میں بعض ایسے لوگ تھے جن میں اہل اللہ کی صحبتوں سے انکار کا مرض تھا، وہ کہتے تھے کہ اصلاحِ نفس کے لیے بزرگوں کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟ ہدایت کے لیے کتابیں کافی ہیں۔

اکبر الہ آبادی جیسا جج، اس ظالم کو جج ہوتے ہوئے، انگریزی داں ہوتے ہوئے خدا نے کیا سمجھ عطا فرمائی تھی، لفظ ظالم پیار کے لیے کہہ رہا ہوں، یہ نہ سمجھنا کہ میں نے اس کو ظالم دشمنی سے کہا ہے۔ اکبر شاعر نے ایک شعر کہا ہے جس کو حکیم الامت تھانوی اپنے وعظ میں اکثر بیان فرمایا کرتے تھے۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اور مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چشم احمد بر ابو بکرے زدہ
او زیک تصدیق صدیق آمدہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ پاک جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر پڑی تو انہیں صدیق بنادیا۔ تو اکبر الہ آبادی کا شعر دیکھیے۔ اللہ کی شان جس کو چاہے نواز دے، وہ مسٹر کو ملّا بنانا جانتا ہے اور ملّا کو مسٹر بنانے پر بھی قادر ہے۔ بعض لوگ صورتاً مسٹر ہیں مگر دل سے ملّا ہیں۔ اکبر الہ آبادی گریجویٹ تھے مگر تہجد گزار تھے۔ اگر دل میں اللہ کی محبت ہو تو پھر اس کا ظہور ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ظاہر چاہے جیسا بھی ہو کوئی پروا نہیں۔

ظاہر و باطن دونوں متبع شریعت ہونا چاہیے

جو یہ کہتا ہے کہ داڑھی دل میں ہونی چاہیے، چاہے باہر ہو یا نہ ہو، یہ طبقہ بھی صحیح نہیں ہے۔ جب یہ کیلا خریدتے ہیں تو کہتے ہیں اس کا چھلکا سڑا ہوا ہے ہم نہیں لیں گے۔ کیلے والا کہتا ہے کہ اندر تو صحیح ہے۔ تو کہتے ہیں کہ اندر لاکھ صحیح ہو مگر ہم تو باہر بھی صحیح چاہتے ہیں۔ سیب والے کی ریڑھی پر گئے تو سیب کا چھلکا کچھ خراب تھا تو کہتے ہیں ہم یہ نہیں لیں گے۔ وہ کہتا ہے کہ صاحب آپ تو کہہ رہے تھے کہ اندر صحیح ہونا چاہیے، جیسے آپ کے دل میں داڑھی ہے، یہ سیب بھی اندر سے صحیح ہے بس باہر سے چھلکا ہی تو خراب ہے۔ تو کہتا ہے کہ نہیں بھئی، باہر بھی ٹھیک ہو اور اندر بھی ٹھیک ہو:

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ[۵]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ظاہری گناہ بھی چھوڑو اور باطنی گناہ بھی چھوڑو۔

اگر پاکستانی فوجی انڈین فوج کی وردی پہن لے تو بتائیے حکومتِ پاکستان اس کو معاف کر سکتی ہے؟ وہ لاکھ کہے کہ میں آپ کا دل سے وفادار ہوں لیکن وردی انڈین فوج کی پہنوں گا۔ کیا حکومتِ پاکستان اس کو تسلیم کرے گی؟

یہ کیا بات ہوئی کہ دل میں کلمہ ہے لیکن وردی یہودی کی ہوگی، اسرائیل کی ہوگی، روسیوں کی ہوگی۔ لہٰذا ظاہر بھی اللہ کا فرماں بردار ہونا چاہیے، باطن بھی اللہ کا فرماں بردار ہونا چاہیے۔ دل سے دعا مانگو ان شاء اللہ! قبول ہوجائے گی، یہ دعا تو کرلو کہ اے اللہ! مرنے سے پہلے پہلے اپنے نبی کی سنت بنا کر پھر ہمارا جنازہ قبر میں اتاریے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دل سے تو مانگو کہ اے خدا! قبر میں جنازہ اتارنے سے پہلے پہلے سر سے لے کر پیر تک سنت کے مطابق میرا حلیہ بنا دیجیے گا تاکہ قیامت کے دن آپ سے یہ کہہ سکوں کہ

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

۵؎ الانعام: ۱۲۰

یہ خواجہ صاحب کا شعر ہے۔ اللہ والوں کی شکل معمولی انعام نہیں ہے، بہت بڑی نعمت ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پودا زمین کے اندر ہے، اوپر کسی نے پتھر رکھ دیا، اب پودا اندر ہی اندر بڑھ رہا ہے، جیسے ہی پتھر ہٹے گا وہ باہر آجائے گا۔ بہت سے لوگوں کے دلوں میں داڑھیاں ہیں مگر معاشرے کا پتھر ہے، بیوی نے بھی ایک پتھر رکھا ہوا ہے کہ خبردار داڑھی رکھو گے تو مجھے بہت خراب لگو گے، تمہارے گال خراب لگیں گے، کانٹے کی طرح چبھیں گے جس کا نام خارِ مُغیلاں ہے، تو ایک پتھر بیوی نے رکھ دیا، ایک پتھر آفس والوں نے رکھ دیا۔

ایک سکھ کا عبرت آموز قصہ

دوستو! عبرت کی بات ہے، ایک سِکھ امریکا گیا اور امریکن فوج میں نوکری کی درخواست دی کہ میں فوج میں نوکری کرنا چاہتا ہوں۔ کمانڈر اِن چیف نے کہا کہ سردار جی اپنی داڑھی منڈالو پھر امریکن فوج میں ہم تمہیں بھرتی کرلیں گے۔ اس سِکھ نے امریکا کے صدر کو ٹیلی گرام کیا کہ میں ڈھائی من کا ہوں، آپ کا کمانڈر اِن چیف کہتا ہے کہ داڑھی منڈاؤ گے پھر فوج میں نوکری ملے گی، میں ڈھائی من کے جسم سے لیفٹ رائٹ کرتا ہوں، دوڑتا ہوں، جب ڈھائی من کا جسم لے کر دوڑ سکتا ہوں تو ایک چھٹانک داڑھی سے مجھے فوج کے کام انجام دینے میں کیا پریشانی ہوگی؟ اور اس نے لکھا کہ چوں کہ میرے پیشوا گرونانک نے داڑھی رکھی تھی لہٰذا میں اپنے پیشوا کی شکل و صورت کو چھوڑ نہیں سکتا۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے آپ کے پیشوا نہیں ہیں؟ محمد رسول اللہ کہنے والو! شرم سے گردن جھکالو کہ ایک باطل فرقہ اور باطل مذہب والا یہ کہتا ہے کہ میں اپنے پیشوا کی شکل کو نہیں چھوڑ سکتا، وہ صدر امریکا تک سے لڑ رہا ہے اور آپ بیوی سے ڈر گئے، اور دفتر والوں سے ڈر گئے۔ حالاں کہ آپ کو تو یہ شعر پڑھنا چاہیے تھا۔

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں

اور خواجہ صاحب کا یہ شعر پڑھنا چاہیے۔

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضیِ جانانہ چاہیے

پھر اس نظر سے سوچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

دین پر استقامت کی انوکھی مثال

بعض خواتین کہتی ہیں کہ پردہ کرنے سے سب گھر والے ناراض ہوتے ہیں، شوہر ناراض ہوتا ہے، آج کل یہ حالت ہے۔ پہلے زمانے کا قصہ ہے، ایک لڑکی کی شادی ہوئی، شوہر صاحب تحصیل دار تھے، رشوت لیا کرتے تھے، لڑکی دیندار، تہجد گزار تھی۔ اب وہ بیاہ کر کے آگئی، پہلے دن مارے شرم کے کوئی دلہن نہیں بولتی۔ لیکن اس نے آتے ہی ساس سے پوچھا کہ بیت الخلا کدھر ہے؟ ساس نے کہا کہ ارے یہ کیسی بہو ہے، یہ تو آتے ہی کھٹا کھٹ بول رہی ہے۔ پہلے زمانے میں دلہن کئی روز تک خاموش رہتی تھیں۔ پھر اس نے کہا کہ وضو کے لیے لوٹا کہاں ہے؟ جب اس نے وضو کیا اور نماز پڑھی تو سب آپس میں کہنے لگے ارے یہ بہو تو شرم طاق پر رکھ کر آئی ہے، یہ تو کھٹا کھٹ سب کام کر رہی ہے۔ اس کے بعد ساس نے اس سے کھانے پینے کے لیے پوچھا تو اس نے کہا کہ ہم اپنا کھانا ساتھ لائے ہیں۔ اپنی سوکھی روٹی چٹنی جو کچھ لائی تھی وہ کھالیا اور سو گئی۔ تحصیل دار صاحب جن سے شادی ہوئی تھی ساس نے ان سے کہا کہ یہ کسے بیاہ کر لائے ہو، یہ تو ہمارے گھر کا کھانا بھی نہیں کھا رہی، یہ کیا چکر ہے؟ یہ انسان ہے یا جنات یا کوئی پری ہے؟ شوہر محبت سے مجبور ہوتا ہے لہٰذا تحصیل دار صاحب نے رات میں پوچھا کہ یہ تو بتاؤ کہ تم نے کھانا کیوں نہیں کھایا؟ اس نے کہا کہ ہم کھانا اپنے باپ کے یہاں کا کھائیں گے، ہم نے ان سے طے کر لیا ہے، وہ ہر مہینہ مجھ کو کچھ رقم بھیجیں گے اور وہی ہم کھائیں گے۔ اس نے پوچھا کہ میرے یہاں کیوں نہیں کھاؤ گی؟ تو اس نے کہا کہ مجھے بہت ہی معتبر ذرائع سے پتا چلا ہے کہ آپ رشوت لیتے ہیں، اگر آپ رشوت لینا چھوڑ دیں تو میں کھانا کھاؤں گی۔ اس نے اسی وقت کان پکڑ لیے۔ یہ عورتیں جس طرف چاہیں کان پکڑوا دیتی ہیں،

انہیں معمولی نہ سمجھو، اگر یہ نیکی کی طرف آتی ہیں تو بڑی بہادری سے کام کرتی ہیں۔ اس نے شوہر کے کان پکڑوالیے اور توبہ کرالی۔ شوہر نے کہا کہ میں اللہ کو حاضر ناظر جان کر وعدہ کرتا ہوں کہ اب رشوت نہیں لوں گا اور اس وعدہ پر جمارہوں گا۔ لڑکی نے کہا کہ اب یہ پہلے کا جتنا سامان ہے جو رشوت کے پیسوں سے جمع کیا ہے اس کو ہٹادو، اب صرف تنخواہ کے پیسے سے کھانا پکاؤ اور وہی ہمیں کھلاؤ۔

بعض خواتین کے خطوط میرے پاس آئے کہ ایک چھوٹا بچہ نوکر تھا، اب وہ جوان ہورہا ہے، اگر اس سے پردہ کریں تو سب گھر والے مذاق اڑائیں گے۔ ایک صاحب نے حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کو لکھا کہ میں نے جب سے داڑھی رکھی ہے میرا مذاق اڑایا جارہا ہے اور لوگ مجھ پر ہنس رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ لوگ تو ہنس رہے ہیں لیکن تم کو قیامت کے دن رونا نہیں پڑے گا۔

اگر قیامت کے دن رونا نہیں چاہتے ہو تو ہنسنے والوں سے مت ڈرو۔ نوکر اگر بالغ ہوگیا ہے تو اس سے صاف کہہ دو کہ میرے کمرے میں مت آؤ۔ اگر آنا ہے تو پہلے بتادو، تاکہ ہم اپنے چہرے پر نقاب ڈال لیں، دوپٹا ڈال لیں۔ اگر کسی گھر میں تین چار بھائی ساتھ رہتے ہیں تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے آواز دے کر اندر آئیں تاکہ ایک دوسرے کی جو بیویاں ہیں وہ اپنے چہروں پر پردہ ڈال لیں، ایک موٹا دوپٹا اپنے پاس رکھیں اور بار بار ایک دوسرے کے یہاں آنا جانا نہ رکھیں۔ باورچی خانہ میں بھی بلاوجہ جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اپنا اپنا کمرہ خاص رکھیں اور اسی میں رہیں۔ دوزخ کی آگ سے یہ مصیبت آسان ہے۔ چند دن ہمت کرکے دیکھو، اور پہلے اللہ کے سامنے روئیں اور دو رکعت صلوٰۃ الحاجات پڑھیں، پھر اس کے بعد پردہ شروع کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں ڈال دے گا ان شاء اللہ۔

پردہ کا مذاق اڑانے والوں کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کرو، اگر وہ نہ مانیں یا یہ کہہ دیں کہ یہ سب کچھ نہیں ہے، ہم دین ہی نہیں مانتے، تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور اپنا کام کیے جاؤ۔ بعض وقت ایسے حالات ہوتے ہیں کہ بس اپنا کام کرو کسی کو کچھ نہ کہو، کہیں غصے میں اس کے منہ سے کفر کا کلمہ نہ نکل جائے۔ اگر کوئی داڑھی نہ

رکھے مگر اس کو گناہ سمجھے تو یہ مسلمان ہے، لیکن اگر کہہ دے کہ (معاذ اللہ) یہ بکرے والی داڑھی ہے، اس کو ہم بالکل حقیر سمجھتے ہیں۔ تو ایک سنت کو حقیر سمجھنا کفر ہے لٰہذا جہاں اندیشہ ہو کہ کوئی سنت کی اہانت کر بیٹھے گا تو ایسے نادان لوگوں سے دین کی بات نہ کرو، پہلے زمین ہموار کرو، کچھ دن ان کے دلوں پر محنت کی جائے بعد میں بیج ڈالو۔ ورنہ ابھی تو مسلمان ہے، کل کو اس کے منہ سے کچھ کفر نکل جائے تو رہا سہا ایمان بھی ختم ہو جائے گا۔ اس کے لیے حکمت ہے، بزرگوں سے مشورہ کرو۔

دینی اجتماع کے انعامات

میں عرض کر رہا تھا کہ یہ جو ہمارا اجتماع ہوتا ہے اس کے کیا فائدے ہیں؟ نمبر ایک: سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب لوگ آپس میں اللہ کی محبت میں بیٹھتے ہیں تو اس وقت چار عمل ہوتے ہیں:

نمبر ایک: آپس میں اللہ کی محبت کے لیے جمع ہوئے ہیں۔

نمبر دو: اللہ کی محبت میں بیٹھے ہیں۔

پہلے والے **متحابین** ہیں جو اللہ کی محبت میں آگئے۔ دوسرے **متجالسین** ہیں جو بیٹھ گئے۔

نمبر تین: **متزاورین** ہیں جو بیٹھنے کے بعد آنا جانا بھی رکھتے ہیں، کبھی دکان، تجارت اور بال بچوں کو چھوڑ کر کچھ دنوں کے لیے خانقاہ میں بستر لگا دیتے ہیں، اور بعد میں بھی آنا جانا رکھتے ہیں، یعنی آئے، تھوڑی دیر بیٹھے پھر چلے گئے۔ کبھی اپنے شیخ کے پاس چالیس دن لگا لیے جس کے فوائد بہت ہیں۔

نمبر چار: **متباذلین** ہیں یعنی اللہ کے لیے خرچ بھی کرتے ہیں۔ جیسے آنے جانے پر خرچ ہوتا ہے اور ایک دوسرے پر بھی خرچ کرتے ہیں۔

ان اعمال کی برکت اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے لیے لازم ہو جاتی ہے۔ یہ اجتماع، یہ ہمارا آپ کا بیٹھنا اللہ کا بہت بڑا انعام ہے۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ

ہے کہ اگر یہ چار اعمال تمہارے اندر پیدا ہو جائیں تو میں اپنی محبت تمہیں دینا اپنے ذمہ واجب کرتا ہوں۔

صحبتِ اہل اللہ سے روحانی حیاتِ نو عطا ہوتی ہے

جو لوگ بزرگوں، اللہ والوں اور ان کے غلاموں کے پاس آنا جانا رکھتے ہیں تو چند ہی دن میں ان کی حالت بدل جاتی ہے اور وہ اپنے اندر تغیر محسوس کرتے ہیں۔ جیسے ایک انڈے نے کہا کہ میں مرغی کی صحبت کا منکر ہوں، اس کو حقیر سمجھتا ہوں، اس کی کیا ضرورت ہے؟ مرغی کے ایک بچے نے اس سے کہا کہ اگر تم مرغی کی صحبت نہ اٹھاؤ گے تو انڈے کے انڈے ہی رہو گے اور تم کو کوئی کھا جائے گا، لہٰذا میری بات مانو اور مرغی کے پَروں میں چھپ کر بیٹھ جاؤ، زیادہ بحث مباحثہ مت کرو، ہم بعد میں تم سے پوچھیں گے کہ تم کو کیا فائدہ ہوا۔ وہ انڈا اکیس روز تک بلا دلیل مرغی کے پَروں میں رہا اور مرغی اس پر بیٹھی رہی۔ بلا دلیل پر ایک شعر یاد آیا۔ مفتی جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ لاہور کے مفتی کو خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے خط میں یہ شعر لکھا تھا۔

پیش مرشد ذلیل ہو جاؤ متبع بے دلیل ہو جاؤ
پھر تو سچ مچ جمیل ہو جاؤ یعنی اللہ کے خلیل ہو جاؤ

وہ انڈا اکیس دن تک مرغی کی صحبت میں بیٹھا رہا، اکیس دن کے بعد اس کے اندر چوزے کی شکل میں جان آگئی، چوزے نے انڈے کے چھلکے کے اندر چونچ ماری، انڈے کی جیل کی سلاخیں کو، آلائش کو اور تمام تعلقات کو توڑ دیا اور باہر آگیا۔ جب حیات آتی ہے، جب ایمانی زندگی ملتی ہے پھر اس کو اللہ سے کوئی دور نہیں کر سکتا۔

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا افسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

اور

بن کے دیوانے کریں گے خلق کو دیوانہ ہم
بر سرِ منبر سنائیں گے تیرا افسانہ ہم

وہ انڈا تو مردہ تھا جس میں کوئی جان نہیں تھی لیکن مرغی کی صحبت سے حیات پاگیا، زندگی پاگیا اور چھلکوں کے تعلقات کو توڑ کر انڈے کے قید خانے سے نکل آیا۔

کھینچی جو ایک آہ تو زنداں نہیں رہا
مارا جو ایک ہاتھ گریباں نہیں رہا

جب وہ باہر آگیا تو اس کو نصیحت کرنے والے نے کہا کہ اب تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ خدا تم کو جزائے خیر عطا فرمائے، میں مرغی کی صحبت سے ایک نئی حیات لے کر آرہا ہوں، اب میرے ذریعے سے دوسری نسلیں پیدا ہوں گی۔ جو آدمی اللہ والوں کی صحبتوں میں رہتے ہیں آہستہ آہستہ ان کو روحانی حیات مل جاتی ہے، اللہ والوں کی صحبت سے روح میں ایک نیا ایمان عطا ہو جاتا ہے۔

میرے مرشدِ اوّل حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ضلع اعظم گڑھ کی عید گاہ میں اوّابین پڑھی، اس وقت روشنی کا انتظام نہیں تھا، پرانا زمانہ تھا، بجلی نہیں تھی، وہاں بہت سے درخت تھے، درختوں کے پتوں کے جھروکوں سے چاند کی شعاعیں چھن چھن کر حضرت پر پڑ رہی تھیں، حضرت عید گاہ کی محراب میں اوّابین پڑھ رہے تھے۔ کیوں کہ اس زمانے میں مسجد نہیں تھی، ہم لوگ عید گاہ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

حضرت نے اوّابین کے بعد مجھ سے فرمایا کہ حکیم اختر! میں یہیں پیدا ہوا ہوں، یہ میری پیدائش کی جگہ ہے۔ عید گاہ کی محراب کو شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ جیسا بڑا شخص، جس نے بارہ مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور جن کی صحبت میں مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب اور علامہ بنوری جیسے محدثین و علماء ادب سے بیٹھتے تھے۔ اس شخص نے کہا کہ میں یہاں پیدا ہوا ہوں۔ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت عید گاہ میں پیدا ہوئے؟ فرمایا میرے پیر و مرشد حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے مجھے اسی جگہ بیعت کیا تھا، لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ مجھے نئی زندگی یہیں عطا ہوئی ہے، اس لیے اس کو تعبیر کرتا ہوں کہ میں یہاں پیدا ہوا ہوں۔ اللہ اکبر! دوستو یہ ہیں وہ لوگ جن کا نصیب اللہ نے اچھا بنایا ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ اچھی قسمتیں دیتے ہیں ان کو اللہ والوں کی محبت بھی عطا کر دیتے ہیں۔

سن لے اے دوست جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

اسی کو شاعر کہتا ہے۔

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے
تیرا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا تو چراغ راہ کے جل گئے

دین کے آسان ہونے کا راستہ

ایک دن حضرت نے فرمایا کہ حکیم اختر سن لو اللہ کا راستہ یوں تو بڑا مشکل ہے، لیکن اگر کسی اللہ والے کا ہاتھ ہاتھ میں آجائے، اس کی صحبت مل جائے تو یہ راستہ مشکل نہیں رہتا، آسان ہوتا ہے بلکہ لذیذ بھی ہو جاتا ہے کہ سجدے میں مزہ آتا ہے، سبحان ربی الاعلیٰ کہنے میں لطف آتا ہے کہ اے میرے رب! تو بہت اعلیٰ ہے، پھر وہ سجدے کا مزہ لیتا ہے، رکوع کا مزہ لیتا ہے، اللہ کہنے کا مزہ لیتا ہے، مناجات کا مزہ لیتا ہے، اشکبار آنسوؤں سے لطف لیتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو خدا نُور سے بھر دے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اے دل! یہ چینی زیادہ میٹھی ہے یا جو گنوں میں رس پیدا کرتا ہے، جو چینی اور شکر کا بنانے والا ہے وہ زیادہ میٹھا ہے۔ واللہ کہتا ہوں کہ اگر اللہ اپنی محبت کا مزہ چکھا دے تو ایک مرتبہ اللہ کہنے میں اتنا لطف آئے گا کہ زمین سے آسمان تک اس کو شربت روح افزا بھرا ہوا محسوس ہو گا، ہمدرد دواخانہ اتنا شربت روح افزا نہیں بنا سکتا، کیوں کہ اللہ گنوں میں رس پیدا کرتا ہے، جو خالق ہے گنے کے رس کا تو اس کے نام میں کتنی مٹھاس ہو گی۔

آخر کوئی تو بات تھی، سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے سلطنتِ بلخ بلا وجہ تھوڑی چھوڑی تھی، کچھ پایا تھا تب چھوڑی تھی، جب اعلیٰ چیز ملتی ہے تب ادنیٰ چیز چھوٹتی ہے، جب اعلیٰ ملتی ہے تو ادنیٰ چھوٹ جاتی ہے۔

معرفت کے بغیر واقفیت نہیں ہوتی

جب واقفیت نہیں ہوتی تو آدمی تصوف کو افسانہ سمجھتا ہے، اللہ والوں کی صحبت میں جانے کو حقیر سمجھتا ہے۔ اس کی مثال حکیم الامت دیتے ہیں کہ اکبر بادشاہ شکار پر گئے، وہاں پیاس لگی تو بکری چرانے والے ایک چرواہے نے اپنی بکری کا دودھ پلا دیا۔ اکبر بادشاہ نے اس کو دستخط کر کے اپنا کارڈ دے دیا کہ اگر دہلی آؤ گے تو ہم بھی تمہاری خاطر کریں گے، کیوں کہ ہم بادشاہ ہیں۔ اب تو یہ چرواہا بڑا خوش ہوا اور بیوی کو خوش خبری سنادی کہ ہم نے بادشاہ کو دودھ پلا دیا اب تو ہمارے مزے ہیں، روزانہ گائے کھائیں گے۔ اب یہ اسی حالت میں شاہی محل پہنچا، چوں کہ غریب آدمی تھا، لباس بھی پھٹا پرانا تھا چناں چہ سپاہی نے اس کو دھکا دیا کہ کہاں جارہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں بادشاہ سے ملنے جارہا ہوں، سپاہی نے حقیر سمجھ کر دیہاتی کو ایک لات لگائی کہ تو بادشاہ سے کیا ملے گا۔ لات لگنے سے وہ گر گیا اور اس نے کہا کہ کیا تم ہم کو حقیر سمجھتے ہو؟ جیسے ایک اللہ والے کو لوگوں نے حقیر سمجھا تو انہوں نے کہا۔

رخ زرین من منگر کہ پائے آہنیں دارم
چہ می دانی کہ در باطن چہ شاہِ ہم نشیں دارم

میرا پیلا چہرہ مت دیکھو، میرے پیر لوہے کے ہیں، تو کیا جانتا ہے کہ باطن میں میں کتنا بڑا بادشاہ رکھتا ہوں۔ تو اس چرواہے نے کہا کہ تمہیں پتا ہے کہ میں کون ہوں؟ اور اپنی لنگوٹی سے کارڈ نکالا اور کہا کہ دیکھو اس پر کس کے دستخط ہیں۔ اب سپاہی کانپنے لگا اور اس کے پیروں پر گر گیا اور کہنے لگا کہ بھائی گستاخی معاف کرنا، مجھے پتا نہیں تھا کہ آپ چھپے رستم ہیں، آپ تو بادشاہ کے مقرب ہیں۔ جب وہ بادشاہ سے ملا تو بادشاہ نے بڑا اکرام کیا اور کہا کہ اس کے لیے شاہی فیرنی پکواؤ، فیرنی میں پسے ہوئے چاول ڈلوائے، شان دار شکر ڈلوائی، چاندی کا ورق لگوایا اور کیوڑہ کا عرق ڈلوایا۔ جب چرواہا دستر خوان پر بیٹھا اور اس کے سامنے فیرنی پیش کی گئی تو اس نے بڑی گالیاں دیں کہ اے بادشاہ جب تجھ کو پیاس لگ رہی تھی اور تو مر رہا تھا تو اس مصیبت میں میں نے تجھے اپنی بکری کا دودھ پلایا اور تو اس کے بدلے میں مجھے یہ بلغم کھلا رہا ہے۔ بادشاہ نے اس سے لاکھ کہا کہ میرے کہنے پر ذرا اسے چکھ تو لو مگر وہ وہاں سے اٹھ کر بھاگ گیا۔

لطفِ مے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

اسی طرح جو لوگ اہل اللہ کی صحبت کا مزہ چکھے ہوئے نہیں ہیں وہ خالی الذہن ہیں، میں ان کو کچھ نہیں کہتا، میں ان کی تنقیص اور تحقیر بھی حرام سمجھتا ہوں۔ اس لیے کسی کا کیا پتا کہ کس کا خاتمہ کیسا ہونے والا ہے لیکن اللہ سے دعا ضرور کرتا ہوں کہ اے خدا! جنہوں نے آپ کے مقبول بندوں کی صحبت کا مزہ نہیں چکھا، آپ کے نیک بندوں اور اولیاء اللہ کی صحبتوں کے مزے نہیں چکھے تو ان کی آنکھیں کھول دیجیے، اور انہیں بھی یہ مزہ چکھا دیجیے۔

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مسعود علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اعظم گڑھ شبلی منزل میں آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے کہ کیا بات ہے سب علماء تھانہ بھون بھاگے جا رہے ہیں، وہاں کیا ہو رہا ہے؟ پھر خود ہی کہنے لگے کہ بس دیکھا دیکھی ایسے ہی بھیڑ لگ جاتی ہے۔ مولانا مسعود علی ندوی اتنے بڑے عالم تھے کہ ایک مرتبہ دہلی میں بڑے بڑے لیڈروں سے ایک سیاسی مجمع بے قابو ہو گیا، بڑے بڑے مسلمانوں اور ہندوؤں نے کھڑے ہو کر ہنگامہ کر دیا، مولانا مسعود علی ندوی نے چند جملے کہے اور مجمع بیٹھ گیا۔ اور ہندوستان کے شہر مدراس میں سید سلیمان ندوی کے خطبات ہوئے جو "خطباتِ مدراس" کے نام سے شایع ہوئے۔ یہ دونوں بزرگ کہہ رہے ہیں کہ لوگ تھانہ بھون کیوں جاتے ہیں؟ پھر ہنسی مذاق میں کہا کہ ایسے ہی دیکھا دیکھی جاتے ہیں۔ دونوں حضرت تھانوی پر تبصرے کر رہے تھے۔ بعض اوقات اللہ والوں پر تبصرے بھی ہوتے ہیں، تنقیدیں بھی ہوتی ہیں۔ اس پر ایک عجیب شعر یاد آیا۔

میرے حال پر تبصرہ کرنے والو
تمہیں بھی اگر عشق یہ دن دکھائے

کاش! تم کو بھی اللہ اپنی محبت کا مزہ چکھاتا تو تم بھی اللہ والوں کی جوتیاں اپنے سر پر رکھتے۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کیا تھے، اور مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا کیا درجہ تھا۔

بہر حال ایک دن یہ دونوں عالم چھپ کر تھانہ بھون پہنچ گئے، کسی کو بتایا نہیں، ایک راستے سے سید سلیمان ندوی پہنچے اور دوسرے راستے سے مولانا مسعود علی ندوی پہنچے۔

تھانہ بھون پہنچ کر جب ایک دوسرے کو دیکھا تو کہا کہ ارے آپ کیسے آگئے؟ دوسرے نے کہا کہ آپ کیسے آگئے؟ بس دونوں شرمندہ بھی ہوئے کیوں کہ جن پر تبصرے کر رہے تھے آج ان ہی کی چوکھٹ پر آگئے۔

میرے حال پر تبصرہ کرنے والو
تمہیں بھی اگر عشق یہ دن دکھائے

خدا جب اپنی محبت کے دن دکھائے گا تو سب بھول جاؤ گے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی جب کلام کرتا ہے تو نبوت کا نور اس کے ہر لفظ میں شامل ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے اولیاء بھی جب کلام کرتے ہیں، اللہ والے جب کوئی بات کرتے ہیں تو ان کے دل کا نور بھی ان کے الفاظ میں شامل ہوتا ہے، ان کا ہر لفظ ان کی نسبت کے نور کا کیپسول ہوتا ہے۔ جو تعلق مع اللہ ان کے دل میں ہوتا ہے اس کا نور بھی ان کے ہر لفظ میں شامل ہوتا ہے۔

سید سلیمان ندوی صاحب نے جب حضرت حکیم الامت تھانوی کی پہلی مجلس میں حاضری دی تو حضرت کی باتیں سن کر رونے لگے، جب مجلس ختم ہوئی تو کہا کہ بھئی ہم تو سمجھتے تھے کہ ہم بڑے مولانا ہیں، آج معلوم ہوا کہ علم تو ان بوریا نشینوں اور چٹائی پر بیٹھنے والوں کے پاس ہے۔ اس کے بعد جو شعر کہے اور اس مجلس کا جو نقشہ کھینچا اس کو سنیے، فرماتے ہیں۔

جانے کس انداز سے تقریر تھی
پھر نہ پیدا شبۂ باطل ہوا

آج ہی پایا مزہ قرآن میں
جیسے قرآں آج ہی نازل ہوا

چھوڑ کر درس و تدریس و مدرسہ
شیخ بھی رِندوں میں اب شامل ہوا

یہ ہے اللہ والوں کی صحبت کا اثر۔ علامہ سید سلیمان ندوی، علامہ شبلی نعمانی کا شاگرد رشید، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سیرت نگار، اتنا بڑا علامہ کہتا ہے کہ اب میں اپنے شیخ کے پاس رہ کر اللہ کی

محبت سیکھوں گا۔ اور سید سلیمان ندوی صاحب جس حکیم الامت کا مذاق اڑاتے تھے، ان ہی کے بارے میں فرمایا ؎

جی بھر کے دیکھو لو یہ جمال جہاں افروز
پھر یہ جمالِ نور دکھایا نہ جائے گا

چاہا خدا نے تو تیری مجلس کا ہر چراغ
جلتا رہے گا یوں ہی بجھایا نہ جائے گا

اللہ اکبر! جس کا مذاق اڑا رہے تھے اور اب اسی کے اوپر شعر ہو رہے ہیں کہ جس چراغ کو خدا روشن کرتا ہے ساری کائنات اس چراغ کو بجھا نہیں سکتی، بجھانے والوں کی داڑھیاں جل جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ رکھا ہے کہ جس چراغ کو خدا روشن کرنا چاہتا ہے اگر کوئی اپنی نادانی سے اس وحدت نور کو، اس چراغ کو بجھانا چاہتا ہے تو وہ چراغ نہیں بجھتا، خود بجھانے والوں کی داڑھیاں جل جاتی ہیں۔ اس مضمون کو سعدی شیرازی بیان فرما رہے ہیں ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد
بر آں کو تف زند ریشش بسوزد

جس چراغ کو خدا روشن کرتا ہے تو جو اس کو بجھانے کی کوشش کرتا ہے خود اس کی داڑھی جل جاتی ہے۔

صحبت کے اثرات کی حِسّی مثالیں

دوستو! صحبتِ اہل اللہ کی برکت سے کتنے لوگوں کی کایا پلٹ گئی۔ دیسی آم کے سامنے ایک گھنٹہ تقریر کرو کہ لنگڑا آم بہت بُرا ہے، خبردار! اس کے پاس مت جانا لیکن ایک دن مالی نے دیسی آم کی شاخ کو لنگڑے آم کی شاخ سے باندھ دیا، اس کے کچھ عرصہ بعد دیسی آم کہتا ہے کہ اب میری سیرت بدل گئی، میرا نام بدل گیا، میرا کام بدل گیا، میرا دام بدل گیا۔

تل پہلے گلاب کے پھول کو گالیاں دے رہا تھا، گلاب کو حقیر سمجھ رہا تھا لیکن کسی نے ذرا سا رگڑ کر گلاب کے پھول کی صحبت میں رکھ دیا، پھر اس تل کا تیل نکل کر جب مارکیٹ میں

بِکا تو پہلے جو تل کا تیل پانچ روپیہ کلو بکتا تھا جب گلاب کی صحبت اختیار کر کے تل کا تیل نکالا گیا اور اسے روغن گُل کہا گیا تو اس کا دام پچاس روپے کلو ہو گیا۔ اس نے کہا کہ گلاب کی صحبت کی وجہ سے آج ہم روغن گل ہو گئے، ہم روغن کُنجد نہیں رہے، اب ہم کو کوئی تلی کا تیل نہیں کہہ سکتا۔ ہمارا نام بدل گیا، دام بدل گیا، کام بدل گیا۔

حصولِ مولیٰ کے لیے اخلاص ضروری ہے

یہ جو اجتماعات ہوتے ہیں، اللہ کے لیے جو ہم مل کر بیٹھتے ہیں، یہ خالص اللہ کے لیے بیٹھنا ہے، جمعہ کے وقت جو تقاریر ہوتی ہیں اس میں خلوص کامل ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی۔ ایک شخص جس کو مقرر سے مناسبت نہیں ہے، لیکن جمعہ تو پڑھنا ہے، لہٰذا وہ مجبوراً بیٹھا ہے۔ لیکن اِس وقت یہاں وہ ہی آئے گا جس کو انتہائی مناسبت ہو گی کیوں کہ یہ جمعہ کی نماز سے کافی پہلے کا وقت ہے، اکثر علمائے کرام یہاں بیان سن کر اپنے علاقے کی مسجد میں جا کر جمعہ کا بیان کرتے ہیں اور جمعہ پڑھاتے ہیں۔ اس لیے یہاں کوئی کسی مجبوری سے نہیں بیٹھا ہے، صرف اللہ کے لیے یہاں آئے ہیں، کوئی دنیاوی لالچ بھی نہیں ہے، یہاں چائے بھی نہیں ملتی ہے۔ اگر ہم آپ کو ایک ایک پیالی چائے پلاتے تب تو آپ کہہ سکتے تھے کہ اگر آپ چائے نہیں پلاتے پھر دیکھتے اتنا بڑا مجمع کہاں سے آتا، یہ تو چائے پانی کا اثر ہے۔ یہاں تو پانی بھی آپ خود پی لیتے ہیں، میں نہیں پلاتا۔

اختر نے جن اللہ والوں کی جوتیاں اٹھائی ہیں، جن تین دریاؤں سے اللہ نے مجھے استفادے کی توفیق بخشی ہے یعنی الٰہ آباد میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی، پھر شاہ عبد الغنی صاحب اعظم گڑھی، پھر حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب۔ تین دریا سے پانی پی پی کر اختر بڈھا ہو گیا ہے۔ آج ان ہی بزرگوں کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ آپ بغیر چائے پانی کے، بغیر جلیبی مٹھائی کے بیٹھے ہوئے ہیں، یہ اللہ کی محبت کی مٹھائی ہے، یہ اتنی بڑی مٹھائی ہے جو ہمیشہ کھاتے رہو گے۔ اس پھل کا اللہ نے وعدہ کیا ہے، حدیث کی بشارت ہے کہ جو میرے لیے میرے کسی نیک بندے کے پاس جاتا ہے، وہاں اُٹھتا بیٹھتا ہے، اس کی زیارت کرتا ہے میں اپنی محبت دینا اس پر واجب کر دیتا ہوں۔

لہٰذا میں امید رکھتا ہوں کہ جو اللہ کے لیے کہیں بھی آنا جانا رکھے گا، یہ میرے لیے خاص نہیں ہے، اختر تو اولیاء اللہ کے غلاموں کے غلام کے برابر نہیں ہے۔ جہاں

بھی آپ کو اللہ والی مجلسیں ملیں وہاں جاؤ، مگر مناسبت دیکھ لو، ان شاء اللہ! آپ کو اللہ کی محبت مل جائے گی۔ یہ حدیث کا وعدہ ہے، جو دیکھنا چاہے تو الحمدللہ میرے پاس سب کتابیں موجود ہیں، بخاری کی شرح بھی ہیں اور تفسیریں بھی ہیں، بخاری کی شرح اور تفسیر روح المعانی کی روشنی میں یہ بات پیش کر رہا ہوں۔ اس مجمع کو معمولی مت سمجھو۔

اگر یوں ہی تم آتے جاتے رہو گے
محبت کا پھل اپنا پاتے رہو گے

یہ شعر حدیث کا اردو ترجمہ ہو گیا ہے۔ یہ ایک اللہ والے، اللہ کے عارف مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا شعر ہے جن کو میں اللہ کا ولی گمان کرتا ہوں اور ہمارے بزرگوں نے بھی ان کو اللہ کا ولی سمجھا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! کچھ ہی عرصہ بعد آپ خود محسوس کریں گے کہ ہر مجلس کے بعد اللہ تعالیٰ کی محبت کچھ نہ کچھ بڑھ رہی ہے۔ یہ انعام حدیث کا وعدہ ہے۔

مادّۂ محبت وصل کا متقاضی ہے

مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم نے کچھ بے وفا لوگوں سے شکایت بھی کی ہے کہ بعض لوگوں کو جب اللہ کی تھوڑی سی محبت مل گئی تو اپنے شیخ و مربی کے پاس سے بھاگ گئے۔ اس پر فرمایا۔

جب محبت کا پھل اپنا پانے لگے
مجھے چھوڑ کے کیوں وہ جانے لگے

محبت بڑی وفادار چیز ہے، اس کے تو نام میں ہی وفاداری ہے۔ اس لفظ کے مادّہ ہی میں وصل ہے، لفظ محبت ادا کرو دیکھو دونوں ہونٹ از خود مل گئے ہیں، اگر ہونٹوں کو الگ رکھو گے تو محبت کا لفظ نہیں نکل سکتا، دونوں ہونٹوں میں فاصلہ کر دو اور محبت کا لفظ نکال کر دکھاؤ تو اس کو ابھی ایک ہزار روپے نقد پیش کروں گا۔ محبت کے لفظ ہی میں اللہ نے ملاقات رکھی ہے۔ دنیا تو مجبوری کی جگہ ہے، یہاں کاروبار بھی کرنا ہے، بیوی بچے، والدین اور دیگر ضروریات کی وجہ سے بھی اللہ والوں سے جدا ہونا پڑتا ہے، لیکن جنت میں جدائی نہ ہوگی۔ تو دینی مجالس میں شریک ہونے کا ایک انعام ہو گیا۔ اب دوسرا انعام سنیے۔

چوں کہ یہ ہفتہ وار مجلس ہوتی ہے اور سات دن کی غذا ایک دن میں لینی ہوتی ہے۔ اگر آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ آج جو بریانی کھا رہا ہوں تو اس کے بعد سات دن تک کچھ کھانا نہیں ملے گا، تو آپ کتنا کھائیں گے؟ کچھ زیادہ کھائیں گے یا نہیں؟ بلکہ اگر اللہ نے ایک معدہ اور دیا ہوتا تو اس کو بھی استعمال کرلیتے۔ اسی لیے ہفتے میں ایک بار جو یہ مجلس ہوتی ہے اس میں اگر زیادہ سے زیادہ وقت بات ہو جائے تو کافی فائدہ ہو گا۔ بعض لوگ زیادہ دیر بیٹھنے سے گھبرا جاتے ہیں۔ اوّل تو انہیں گھبرانا نہیں چاہیے، کیوں کہ آپ بعض جگہ ایسی جاتے ہیں جہاں کہتے ہیں کہ بڑی جلدی وقت ختم ہو گیا۔

ایک زمیندار کی بیوی اپنے میکے جانے لگی تو وہ اس کے ساتھ ایک فرلانگ تک روتے ہوئے گئے، اور ایسے روئے جیسے بچہ روتا ہے۔ سب دیکھ کر ہنس رہے تھے کہ ان کو کیا ہو گیا ہے۔ دنیاوی محبت میں تو یہ حال ہے اور اللہ کے لیے جو محبت ہو اگر اس میں تھوڑا زیادہ وقت دیا جائے تو اللہ کی محبت تیزی سے ملے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ دیکھیے! اس سے بھی بڑے بڑے دینی پروگرام ہوتے ہیں جیسے تبلیغی اجتماعات تین دن کا پروگرام ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر یہاں بھی کچھ دیر خالی بیٹھنا پڑ جائے تو اس وقت میں ذکر کرلو، تلاوت کرلو، اللہ کا نام لو۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحیّ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس زمین پر اللہ کے لیے اللہ کے نام لینے والے بیٹھ جاتے ہیں اس زمین پر آسمان بھی رشک کرتا ہے۔

میں عرض کررہا تھا کہ ان اجتماعات کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنی محبت دینا اپنے ذمہ واجب فرمارہے ہیں۔ اور میں نے اسے حدیث شریف سے ثابت بھی کردیا ہے۔

سایۂ عرش حاصل کرنے کا طریقہ

اور اس اجتماع کا دوسرا فائدہ کیا ہو گا؟ اس کو امام بخاری نے بخاری شریف میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ کے لیے جو آپس میں محبت رکھتے ہیں، قیامت کے دن ان کو عرش کا سایہ ملے گا۔ اس محبت کو معمولی مت سمجھنا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ کے لیے مجھ سے محبت کرتے ہیں، اشرف علی اس محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ یہ جو محبت

ہماری اور آپ کی اللہ کے لیے ہے یہ معمولی نعمت نہیں ہے، بخاری شریف کی حدیث ہے کہ جو اللہ کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں کل قیامت کے دن ان لوگوں کو عرش کا سایہ ملے گا۔

اللہ کے لیے آپس میں محبت کرنے کی جزا

ایک خوش خبری اور سناتا ہوں۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ جو اللہ کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں، ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہیں، اللہ کا ذکر کرتے ہیں قیامت کے دن ان کو ہم اکٹھا کر دیں گے۔ کوئی مشرق میں ہو گا کوئی مغرب میں ہو گا، کوئی ڈھاکہ والا ہو گا کوئی دہلی والا ہو گا، کوئی جدّہ والا ہو گا تو کوئی پنجاب کا ہو گا، کوئی بلوچستان کا ہو گا، کوئی لندن اور افریقہ کا ہو گا غرض جو کوئی کہیں کا بھی ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ الْوَاحِدُ فِي الْمَشْرِقِ لَجَمَعَ اللهُ بَيْنَهُمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اگر کوئی مشرق میں رہتا ہے اور دوسرا مغرب میں رہتا ہے یعنی بہت فاصلہ ہے لیکن اللہ کے لیے محبت رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو جمع کر دیں گے اور اس وقت اللہ تعالیٰ یہ فرمائیں گے:

هٰذَا الَّذِيْ كُنْتَ تُحِبُّهٗ فِيَّ

اے بندو! یہ میرا وہ بندہ ہے جس سے تو میری وجہ سے محبت رکھتا تھا۔ دیکھیں یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ آج کل میرے یہاں بنگلہ دیش کے احباب پڑھ رہے ہیں، ایک دن فارغ ہو کر یہاں سے چلے جائیں گے، پھر ملاقاتیں مشکل ہو جائیں گی، اسی طرح جب ہم بنگلہ دیش سے واپس آتے ہیں تو وہ زار و قطار روتے ہیں۔ قیامت کے دن یہ جدائیاں ختم ہو جائیں گی، قیامت میں، میدانِ محشر ہی سے ملاقاتیں شروع ہو جائیں گی، یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، مشکوٰۃ شریف میں دیکھ لیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بندوں کو ملاتے جائیں گے اور ساتھ کھڑا کر دیں گے، چاہے کوئی کہیں کا بھی ہو، چاہے دنیا میں لاکھوں میل کے فاصلے پر رہتا تھا۔ اور فرمائیں گے:

هٰذَا الَّذِيْ كُنْتَ تُحِبُّهٗ فِيَّ

یہ وہ لوگ ہیں جن سے تم میرے لیے محبت رکھتے تھے، آج میں نے ان کو جمع کر دیا ہے۔ اس حدیث کی شرح میں محدث عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن ان کو کیوں جمع کریں گے؟ تو فرماتے ہیں تاکہ جنت میں بھی اکٹھے کر دیے جائیں:

لِلْمُجَاوَرَةِ فِي الْجَنَّةِ[٦]

تا کہ جنت میں ان کو آپس میں پڑوسی بنادیا جائے۔ دنیا میں تو مجبوری تھی، کوئی کاروبار کی مصروفیت کی وجہ سے دور اپنے وطن میں رہتا تھا، کسی کو کچھ اور مجبوری تھی، لیکن اب یہاں کوئی مجبوری نہیں ہے، جنت میں سب کو اکٹھا کر دیا جائے گا تا کہ آپس میں زیارت کرنا آسان ہو، اللہ تعالیٰ وہاں سب کو اکٹھا کر دیں گے، یہاں تو جدائی ہو جاتی ہے، صبح کو آئے پھر چلے گئے، شام کو پھر آ گئے۔

شیخ سے محبت کے واقعات

حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے، بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے، شاہ محمد آفاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، گنج مراد آباد سے اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں بار بار جاتے تھے۔ تو کسی نے کہا کہ پاگل ہو گئے ہو؟ پیر کے پاس اتنا کیوں جاتے ہو؟ تو مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ ؎

دن میں سو سو بار واں جانا مجھے
اس پہ کوئی سودائی کہے یا دیوانہ مجھے

یہ تھی شیخ کی محبت۔ دوستو! تھانہ بھون کا ایک بھنگی دیوبند پہنچا، مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو خبر ہوئی کہ میرے پیر حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قصبہ تھانہ بھون سے ایک بھنگی آیا ہے تو اس کو دیکھنے کے لیے گئے، اس کے لیے کھانا پکوایا، چارپائی بچھوائی اور کافی انتظام کیا۔

کسی نے کہا کہ آپ ایک بھنگی کی اتنی عزت کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا تمہاری نظر اس بھنگی پر ہے اور میری نظر اس پر ہے کہ یہ میرے شیخ حاجی امداد اللہ صاحب کے قصبہ سے آیا ہے۔ جس کو محبت ہوتی ہے ایسی ہی ہوتی ہے۔ میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کے لیے اپنی چادر نہیں بچھائی تھی؟ کیا آپ نے کافروں کو

---

٦ کنز العمال: ۹/۴(۲۴۶۴۶)، باب الترغیب فی الصحبة، مؤسسة الرسالة

مہمان نہیں بنایا تھا؟ آپ بتائیں، اگر مدینے شریف کا ایک کتا یہاں آجائے اور آپ کو معلوم ہوجائے کہ یہ مدینے میں رہتا ہے تو آپ کا کیا حال ہوگا؟ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

آں سگے کو باشد اندر کوئے او
من بہ شیر اں کے دہم یک موئے او

جو کتا میرے محبوب کی گلی میں رہتا ہے، مدینے کی گلی میں رہتا ہے، ہم شیروں کو اس کا ایک بال بھی نہیں دے سکتے۔ اور فرماتے ہیں ؎

آں سگے کو گشت در کویش مقیم
خاکِ پایش بہ ز شیر انِ عظیم

جو کتا میرے محبوب کی گلی میں رہتا ہے، میں بڑے بڑے شیروں کے مقابلے میں اس کے پیر کی خاک کو بہتر سمجھتا ہوں۔ بس محبت کی بات ہے۔ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوجاتی ہے وہ مدینے کی گلیوں کے ایک ایک ذرّے کو پیار کرتا ہے۔ اس کے لیے کوئے محبوب کا ہر ایک ذرّہ واجب الاحترام ہوتا ہے۔

تو دینی مجالس کے دو فائدے ہوگئے: نمبر ایک اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو اپنی محبت دینا واجب کرلیں گے جو اللہ کے لیے آپس میں مل بیٹھتے ہیں۔ یہ اجتماع بھی اور جتنے بھی دینی اجتماعات جہاں بھی ہورہے ہیں، جو خالص اللہ کے لیے ہوتے ہیں، جہاں اللہ کے علاوہ اور کوئی معاملہ نہ ہو، اس اجتماع کا یہ فائدہ حدیث سے ثابت کررہا ہوں کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی محبت دینا اپنے ذمہ واجب کرلیتے ہیں۔ دوسرا فائدہ یہ کہ اللہ کے لیے آپس میں محبت کرنے والوں کو کل قیامت کے دن عرش کا سایہ ملے گا۔ نمبر تین قیامت میں سب ساتھ ہوجائیں گے۔ یہاں تو دل چاہتا ہے کہ ہر وقت ملتے رہیں، لیکن مجبوراً جدا ہونا پڑتا ہے مثلاً کوئی طالب علم ہے، بے چارہ پڑھائی کی وجہ سے جدا ہوجاتا ہے، کوئی ملازم ہے نوکری پر چلا جاتا ہے، ورنہ بتاؤ! کیا محبت جدائی چاہتی ہے؟

اہل اللہ سے محبت پر حدیثِ پاک کی بشارتِ عظمیٰ

ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اس طرح دیکھا کہ پلک بھی نہیں جھپکی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟ اس نے

عرض کیا کہ جب میرا دل آپ کی زیارت کے لیے جلتا ہے، تڑپتا ہے تو آکر آپ کو دیکھ لیتا ہوں، لیکن جنت میں آپ کو تو اعلیٰ مقام ملے گا اور ہم پتا نہیں کہاں رہیں گے؟ پتا نہیں وہاں آپ کی زیارت ہو سکے گی یا نہیں۔ جب اس کے تڑپتے ہوئے دل اور اشکبار آنکھوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو ارشاد فرمایا:

اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ[۷]

تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت کرتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو زندگی میں ایسی خوشی کبھی نہیں ہوئی جو اس بات کو سن کر ہوئی۔ تو محبت ایسی چیز ہے دوستو۔ اور اللہ تک پہنچنے کا یہ مختصر راستہ ہے۔

اُن سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

اللہ تک پہنچنے کا سب سے قریبی راستہ یہی ہے کہ کسی اللہ والے کی صحبت میں آنا جانا رکھیے۔ اگر دیسی آم کو لنگڑا آم بنانا ہے، اور دیسی آم کے مقام سے آگے ترقی کرنا ہے تو اس کو لنگڑے آم کی پیوند لگانی پڑے گی۔ اگر دیسی آم لنگڑے آم کی تعریف میں لاکھوں کتابیں پڑھ لے اور کتابوں کی شرح بھی لکھ دے اور اس کی شرح ساری دنیا پڑھتی رہے لیکن وہ دیسی آم ہی رہے گا، لنگڑا آم نہیں ہوگا۔ لیکن اگر لنگڑے آم سے پیوند کھا جائے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ! رفتہ رفتہ وہ بالکل لنگڑے آم جیسا ہو جائے گا، اس میں بھی وہی خاصیت پیدا ہو جائے گی، پھر اس کا نام بدل جائے گا، دام بدل جائے گا، کام بدل جائے گا۔

ٹنڈو جام ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ پورے پاکستان کا سب سے بڑا محکمہ ہے، میری تقریر میں پینتیس لوگ تھے، ان میں گیارہ پی ایچ ڈی تھے باقی سب ایم ایس سی تھے۔ میں نے ان سے یہی بات کی کہ آپ لوگ دیسی آم کو لنگڑا آم بنا رہے ہیں، لیکن ان کو آپس میں کَس کے کیوں باندھا ہے؟ کہنے لگے کہ اگر کَس کر نہیں باندھیں گے تو لنگڑے آم کی سیرت اور خاصیت دیسی آم میں منتقل نہیں ہوگی۔ میں نے کہا اسی طرح اللہ والوں کے دل سے اپنا دل ملالو۔

---

[۷] سنن الترمذی: ۲/۶۴، باب المرء مع من احب، ایچ ایم سعید

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کر دو
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

کسی اللہ والے کے دل سے اپنا دل ملا کر دیکھو، ان شاء اللہ! آہستہ آہستہ آپ کا دل بھی اللہ والا دل بن جائے گا۔ اللہ والوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کا جو دردِ محبت ہے وہ آپ کے دل میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اسی کو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

جو آگ کی خاصیت وہ عشق کی خاصیت
اک خانہ بہ خانہ ہے اک سینہ بہ سینہ ہے

دنیا کی آگ گھر سے گھر میں لگتی ہے، خدا کی محبت کی آگ سینہ سے سینہ میں منتقل ہوتی ہے۔

اب دعا کیجیے اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تینوں بزرگوں کی برکت سے یعنی مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم، مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے صدقے میں جن کی خدمت کرنے کے لیے اللہ نے اپنی رحمت سے میری جوانی کو پیش کرنے کی مجھے توفیق دی، قبولیت کا علم تو اللہ کو ہے لیکن یہ دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! اگرچہ ان اللہ والوں کا حق خدمت مجھ سے ادا نہیں ہوا مگر آپ کریم ہیں، نالائقوں پر بھی فضل فرماتے ہیں۔ اے اللہ! ہمارے ان تینوں بزرگوں کی برکت سے میری تقریر کو قبول فرمالیں، میری گزارش کو قبول فرمالیں، اختر کے سینے کو اپنے دردِ محبت سے بھر دیں، میرے دوستوں نے جنہوں نے یہ باتیں سنی ہیں ان کے سینوں کو بھی اپنے دردِ محبت سے بھر دیں۔

اے اللہ! اختر کو، ہم سب کو اولیائے صدیقین میں شامل فرمالیں، ہمارے مزاج کو بدل دیں یعنی ہمارا مزاج آپ کی محبت سے مانوس ہو جائے، لَا اِلٰہ کے ذریعے ہمارے قلب سے غیر اللہ کو، تمام باطل خداؤں کو دور کر دیں اور اِلَّا اللّٰہُ کے نور سے ہمارے دلوں کو منور کر دیں۔ اے اللہ! ہم سب کو اللہ والا بنا دیں، اللہ والوں کی صحبتیں نصیب فرما دیں اور ان کے ساتھ ہمیں نہایت عاشقانہ والہانہ تعلق عطا فرما دیں، ان کے ناز اٹھانے کی توفیق نصیب فرما دیں، ان کی محبت ہمارے دل کی گہرائیوں میں عطا فرما دیں۔

اے اللہ! اختر یہ دعا کرتا ہے جو دعا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہے **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ يُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ**[۸] اے اللہ! ہم آپ سے آپ کی محبت مانگتے ہیں اور آپ کے عاشقوں کی محبت مانگتے ہیں اور جو عمل آپ کی محبت تک پہنچانے والے ہیں ان اعمال کی محبت بھی مانگتے ہیں۔ اے اللہ! اس پوری مجلس کو صاحبِ نسبت بنادے، اے اللہ! نسبتِ لازمہ بھی دے دے، نسبتِ متعدیہ بھی دے دے، اے خدا! ایک شخص کو بھی محروم نہ فرما۔ آپ زمین و آسمان کے خزانوں کے مالک ہیں، بے شمار دریائے رحمت کے مالک ہیں، ہم پر اپنی رحمت کے خزانے برسا دیجیے۔

اے اللہ ہمارے بزرگوں کے نام کے صدقے میں، ہمارے چاروں سلسلوں کے اولیائے کرام کے صدقے میں ایک شخص کو بھی جو خانقاہ میں آیا اور یہاں دین کی باتیں سنیں کسی کو بھی محروم نہ فرمائیں، اپنے جذب سے سب کو کھینچ کر اپنا بنالیں۔ اے اللہ! اگر ہم نفس و شیطان کی شرارت سے تیرے نہ بھی بننا چاہیں تو تو زبردستی ہمیں اپنا بنالے، بوجہ اپنی محبت کے ہمیں جذب فرمالے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ

وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

❁❁❁❁

۸؎ سنن الترمذی: ۱۸۷/۲، باب عقد التسبیح بالید، ایچ ایم سعید

اُمورِ عشرہ برائے اصلاحِ معاشرہ

از محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یعنی وہ دس اُمور (کام) جن کے التزام سے دین کے
دوسرے احکام کی پابندی کی توفیق ان شاءاللہ تعالیٰ ملے گی۔

۱۔ تقویٰ اور اخلاص کا اہتمام۔ تقوی کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض وواجبات و سنن مؤکدہ کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے بچنا۔ اخلاص کا حاصل یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہی کرنا۔

۲۔ ظاہری گناہوں میں سے بدنگاہی، بدگمانی، غیبت، جھوٹ، بے پردگی اور غیر شرعی وضع قطع رکھنے سے خصوصاً بچنا۔

۳۔ اخلاقِ ذمیمہ (برے اخلاق) میں سے بے جا غصہ، حسد، عُجب، تکبر، کینہ اور حرص و طمع پر خصوصی نگاہ رکھنا۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انفراداً واجتماعاً بہت اہتمام رکھنا۔ ان کے احکام اور آداب کو بھی معلوم کرنا۔ فضائل تبلیغ میں سے حدیث نمبر ۳ تا ۷ کو بار بار پڑھنا بالخصوص حدیث نمبر ۵ کو۔

۵۔ صفائی ستھرائی کا التزام رکھنا۔ بالخصوص دروازوں کے سامنے جن میں مساجد و مدارس کے دروازے خصوصاً توجہ کے مستحق ہیں ان کے سامنے زیادہ اہتمام صفائی کا رکھنا۔

۶۔ نماز کی سنن میں سے قرأت، رکوع، سجدہ اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے طریقے کو سیکھنا۔ نیز اذان واقامت کی سنن کو توجہ سے معلوم کرکے ان پر عمل کی مشق کرنا۔

۷۔ سنن عادات کا بھی خاص خیال رکھنا مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے، ملنے جلنے وغیرہ مسنون طریقے پر عمل کرنا۔

۸۔ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت روزانہ کرنا اور اس میں کلامِ پاک کے حُسن وجمال کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا۔ یعنی قواعدِ اخفاء واظہار، معروف ومجہول وغیرہ کا لحاظ رکھنا اور درود شریف کم از کم ۱۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا یا ایک تسبیح کسی نماز کے وقت تین سو مرتبہ روزانہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۹۔ پریشان کن حالات ومعاملات میں یہ سوچ کر شکر کرنا کہ اس سے بڑی مصیبت وپریشانی میں مبتلا نہیں ہُوا۔ مثلاً بخار آنے پر یہ سوچنا کہ پیشاب تو بند نہیں ہُوا ہے، فالج، جنون اور قلبی امراض سے تو بچا ہُوا ہوں۔ نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ بیماری سے گناہ معاف ہو رہے ہیں یا اس پر اجر وثواب ہو گا۔

۱۰۔ اپنے شب وروز کے اعمال کا شرعی حکم معلوم کرنا جن کا علم نہیں ہے کہ آیا وہ اوامر یعنی فرض، واجب، سُنتِ مؤکدہ، سُنتِ غیر مؤکدہ، مستحب ومباح میں سے ہیں یا نواہی یعنی کفر وشرک، حرام، مکروہ تنزیہی یا تحریمی میں سے اور جو اعمال خدانخواستہ منکرات میں سے معلوم ہوں ان کو جلد از جلد ترک کرنا۔

❁❁❁❁

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

اس وعظ سے کامل نفع حاصل کرنے کے لیے یہ دستور العمل کیمیا اثر رکھتا ہے

دستور العمل

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

وہ دستور العمل جو دل پر سے پردے اٹھاتا ہے، جس کے چند اجزاء ہیں، ایک تو کتابیں دیکھنا یا سننا۔ دوسرے مسائل دریافت کرتے رہنا۔ تیسرے اہل اللہ کے پاس آنا جانا اور اگر ان کی خدمت میں آمد و رفت نہ ہو سکے تو بجائے ان کی صحبت کے ایسے بزرگوں کی حکایات و ملفوظات ہی کا مطالعہ کرو یا سن لیا کرو اور اگر تھوڑی دیر ذکر اللہ بھی کر لیا کرو تو یہ اصلاح قلب میں بہت ہی معین ہے اور اسی ذکر کے وقت میں سے کچھ وقت محاسبہ کے لیے نکال لو جس میں اپنے نفس سے اس طرح باتیں کرو کہ:

> ”اے نفس ایک دن دنیا سے جانا ہے۔ موت بھی آنے والی ہے۔ اُس وقت یہ سب مال و دولت یہیں رہ جائے گا۔ بیوی بچے سب تجھے چھوڑ دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے واسطہ پڑے گا۔ اگر تیرے پاس نیک اعمال زیادہ ہوئے تو بخشا جائے گا اور گناہ زیادہ ہوئے تو جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا جو برداشت کے قابل نہیں ہے۔ اس لیے تو اپنے انجام کو سوچ اور آخرت کے لیے کچھ سامان کر۔ عمر بڑی قیمتی دولت ہے۔ اس کو فضول رائیگاں مت برباد کر۔ مرنے کے بعد تو اُس کی تمنا کرے گا کہ کاش میں کچھ نیک عمل کر لوں جس سے مغفرت ہو جائے۔ مگر اس وقت تجھے یہ حسرت مفید نہ ہوگی۔ پس زندگی کو غنیمت سمجھ کر اس وقت اپنی مغفرت کا سامان کر لے۔“

❀❀❀❀

آج لوگوں کے دلوں پر دین کی بات کا اثر نہیں ہوتا اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خود بیان کرنے والے اللہ کی محبت کے اس دردِ دل سے محروم ہیں جو اللہ کے مقبول بندوں کا خاصہ ہے۔ یہ دردِ دل عطا ہوتا ہے اہلِ دل کی صحبتوں سے۔ جو اللہ والوں کی صحبت اختیار نہیں کرتے ان کی زبان ترجمانِ دردِ محبتِ الٰہیہ نہیں ہوتی۔

اس کی منبر پہ تقریر بے کیف ہے
دردِ دل خاک میں جس کے شامل نہیں

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت سے معمور دل بھی عطا فرمایا تھا اور اس محبت کو سارے عالم میں نشر کرنے کے لیے زبانِ ترجمانِ دردِ دل بھی عطا فرمائی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ گھنٹوں آپ کی بات سننے سے نہیں تھکتے تھے۔ حضرت اقدس نے اپنے وعظ ''محبتِ الٰہیہ کے ثمرات'' میں اہل اللہ کی بابرکت صحبتوں کے ثمرات حاصل کرنے کی جس شیریں و دلنشیں انداز میں ترغیب دی ہے وہ انتہائی قابلِ وجد ہے۔

AW-127